الطبقات الکبریٰ[1]

مولانا نور الرحمان ہزاروی

"وہ کتابیں اپنے آباء کی....." کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور ماخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ امام محمد ابن سعدؒ کی شہرۂ آفاق کتاب "طبقات ابن سعد" کا سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ (مدیر)

کچھ مؤلفِ کتاب کے بارے میں

امام ابن سعدؒ مشہور محدث، نامور مؤرخ اور سیرت، مغازی، اسلامی واقعات اور معرکوں کے یگانۂ روزگار محقق تھے، ان کا نام ونسب محمد بن سعد بن منیع اور کنیت ابوعبداللہ ہے، موالی بنی ہاشم میں سے تھے، نام اور کنیت کے مقابلے میں ابن سعد اور کاتب الواقدیؒ سے زیادہ مشہور ہیں (الفهرست: ص ۱۱۱، تاریخ بغداد: ۵/ ۳۲۲، ۳۲۱، تذکرة الحفاظ: ۲/ ۴۲۵، النجوم الزاهرة: ۲/ ۲۵۸) ۱۶۸ھ میں اسلامی علوم کے مرکز بصرہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ وہیں پلے بڑھے (مرآة الجنان: ۲/ ۱۰۰، البداية والنهاية: ۱۰/ ۳۰۳) علم کے شیدائی تھے، تشنگی علم کی حرارت کو تسکین پہنچانے کی خاطر انہوں نے بغداد، کوفہ، مدینہ منورہ، اور مکہ مکرمہ سمیت کئی شہروں کا سفر کیا، تفسیر، حدیث، فقہ، انساب، تاریخ، علم رجال، لغت اور نحو وغیرہ علوم اپنے زمانہ کے سرآمد روزگار علماء ومحققین سے حاصل کیے اور نابغۂ روزگار محدثین سے حدیث کا سماع کیا، بغداد میں محمد بن عمر واقدیؒ کی خدمت میں طویل عرصہ تک رہے، واقدیؒ کی مؤلفات کی کتابت کیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے انہیں "کاتب الواقدی" کہا جانے لگا، بعد میں وہ اسی لقب کے ساتھ مشہور ہوگئے (شذرات الذهب: ۲/ ۶۹، فتح المغيث: ۳/ ۳۵۴، تهذيب الكمال: ۲۵/ ۲۵۵۔ ۲۵۸) کئی جملہ ضروری علوم وفنون خصوصاً حدیث، علم رجال، علم انساب، فقہ اور تاریخ میں مہارت تامہ حاصل تھی، علم کا ایک بحر بے کنار تھے۔

صحاح ستہ میں ان کی کوئی روایت موجود ہے یا نہیں، اس بابت حافظ مزیؒ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ سنن ابی داؤد میں ان کی ایک روایت موجود ہے (تهذيب الكمال: ۲۵/ ۲۵۸۔ ۲۵۵، تهذيب التهذيب: ۹/ ۱۸۳) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "وما له في الكتب غير هذا" (تهذيب التهذيب: ۹/ ۱۸۳)

بعض حضرات نے ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی بناء پر ابن سعدؒ پر تنقید کی ہے، چنانچہ حافظ ابن الصلاحؒ

فرماتے ہیں: ''ھو ثقة ،غیر أنه کثیر الروایة في الطبقات عن الضعفاء ،ومنھم الواقدي محمد بن عمر۔'' (مقدمة ابن الصلاح : ص ۵۹۹) مگر ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی بنا پر ابن سعدؒ کو مطعون اور مجروح نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انہوں نے طبقات میں جتنی بھی روایات ذکر کی ہیں سب کے ساتھ ان کی اسناد کو بھی ذکر کیا ہے اور یوں انہوں نے اپنے آپ کو بریٔ الذمہ کرکے روایت کی جانچ پڑتال قاری پر چھوڑ دی ہے، کہ قاری خود ہی راویوں کی تحقیق کرکے صحیح اور سقیم روایتوں کو جدا کرلے، پھر انہوں نے اپنی کتاب میں یہ شرط ہی کہاں لگائی ہے کہ وہ صرف صحیح روایات ذکر کریں گے، پس جب ایسا ہے تو ضعیف راویوں سے نقل روایت کی بنا پر انہیں موردِ طعن ٹھہرانا درست نہیں ہے۔

ان کا انتقال قول راجح کے مطابق اتوار کے روز، ۴ جمادی الآخریٰ ۲۳۰ھ کو بغداد میں ہوا، اور باب الشافعی کے مقبرہ میں دفن ہوئے، اس وقت ان کی عمر باسٹھ سال (۶۲) تھی (تاریخ بغداد: ۳۲۲/۵)

ان کی تصنیفات کی تعداد کچھ زیادہ نہیں، ان کے تذکرہ نگاروں نے ان کی پانچ کتابوں کے نام گنائے ہیں۔ (۱) الطبقات الکبیر (۲) الطبقات الصغیر (۳) الزخرف القصري في ترجمة أبي الحسن البصري (۴) القصیدة الحلوانیة في افتخار القحطانیین علی العدنایین، (۵) التاریخ

زیرِ تبصرہ کتاب

ان کی تصانیف میں جس کتاب کو سب سے زیادہ مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی وہ ''الطبقات الکبیر'' ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ابن سعدؒ کی شہرت کا باعث یہی کتاب بنی تو بے جا نہ ہوگا اور اس وقت یہی کتاب ہمارے زیر تبصرہ ہے یہ ''الطبقات الکبریٰ'' اور ''طبقات ابن سعد'' کے نام سے مشہور ہے (تھذیب التھذیب: ۱۸۲/۹، تاریخ بغداد: ۳۲۱/۵) خیر الدین زِرِکلی نے اس کا نام ''طبقات الصحابةؓ'' بتایا ہے۔ (الأعلام: ۱۳۷/۶)

یہ کس قدر عظیم تصنیف ہے، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب سیرت نبویہ، سیرت صحابہؓ، تاریخ اسلام اور فن رجال سے متعلق لکھی گئی تمام کتابوں کا اہم اور بنیادی مرجع ہے، ان فنون میں لکھی گئی کوئی کتاب اس سے مستغنی نہیں ہوسکتی، علامہ طبریؒ نے ''تاریخ الأمم والملوك''، وکیع بن حیانؒ نے ''أخبار القضاة''، اصبھانیؒ نے ''حِلیة الأولیاء''، ابن ماکولاؒ نے ''الإکمال''، خطیب بغدادیؒ نے ''تاریخ بغداد''، ابن عساکرؒ نے ''تاریخ مدینة دمشق''، حافظ ذھبیؒ نے ''تاریخ الإسلام''، ''سیر أعلام النبلاء''، ''تذکرة الحفاظ'' اور ''میزان الاعتدال''، حافظ ابن حجرؒ نے ''تھذیب التھذیب''، ''تعجیل المنفعة'' اور ''تبصرة المنتبه''، ابن تغری بردیؒ نے ''النجوم الزاھرة''، علامہ سخاویؒ نے ''التحفة اللطیفة'' ابن جوزیؒ نے ''صفة الصفوة'' اور علامہ سیوطیؒ نے ''طبقات الحفاظ'' میں ''طبقات ابن سعد'' سے خوب خوب استفادہ کیا ہے، چنانچہ ابن تغری بردی کہتے ہیں: ''ونقلنا عنه کثیراً في ھذا لکتاب'' غرض ''طبقات ابن سعدؒ'' کو نظر انداز کرکے فن رجال وغیرہ میں کوئی

کتاب نہیں لکھی جاسکتی۔اہل علم نے اس کے متعلق جو تعریفی کلمات کہے ہیں،ان سے بھی اس کتاب کی اہمیت معلوم ہوتی ہے،چنانچہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں:''كان من أهل العلم والفضل ،وصنّف كتاباكبيرا في طبقات الصحابةؓ والتابعين والخالفين إلى وقته ،فأجادفيه وأحسن........ ''(تاريخ بغداد:۵/۳۲۱) حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں:''وكان من أوعية العلم ،ومن نظر في "الطبقات" خضع لعلمه ''۔(سير أعلام النبلاء:۱۰/۶۶۵،۶۶۴) علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:''وطبقات ابن سعدؒ (الكبير)عظيمٌ ،كثير الفوائد''(تدريب الراوي:۲/۳۸۱)

لفظ''طبقات''کی تحقیق

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے،یہ کتاب طبقات کی ترتیب پر لکھی گئی ہے،''طَبَقَات''،طَبَقَۃ''کی جمع ہے،یہ اسم مکان کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور اسم زمان کے طور پر بھی،اسم مکان کے طور پر اس کے معنی ہیں:''ایک جیسے، ایک دوسرے کے اوپر واقع۔''اور اسم زمان کے طور پر اس کے معنی ہیں:''ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے،نسل بعد نسل۔''کتابوں کے ناموں''طبقات الشعراء''،''طبقات الفقهاء''وغیرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں شعراء،فقہاء،محدثین وغیرہ کا نسلاً بعد نسل ذکر ہے،زمانہ کے اعتبار سے اس کے مخصوص معنی''نسل''کے ہیں،یہ ''حال''اور''قرن''کے معنی میں بھی آتا ہے۔(لسان العرب:۸/۱۲۲۔۔۔۱۲۰) بعض مصنفین طبقات کا لفظ ایران کے قدیم شاہی خاندانوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

احادیث میں اس لفظ کے مفہوم کو اور بھی محدود کر کے زیادہ صحت کو مدنظر رکھا گیا ہے،چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:''الطبقة في اللغة:القوم المتشابهون ،وفي الاصطلاح :قوم تقاربوا في السن والإسناد ،أوفي الإسناد فقط بأن يكون شيوخ هذاهم شيوخ الآخر أويقاربواشيوخه(تدريب الراوي:۲/۳۸۱،مقدمة إعلاء السنن:۱۹/۴۷) یعنی''طبقہ''لغت میں''ایک جیسے لوگ''کے معنی میں ہے، اصطلاح میں طبقہ سے مراد وہ لوگ ہیں،جو زمانہ اور اسناد دونوں یا صرف اسناد کے اعتبار سے متقارب اور متشابہ ہوں، یعنی ایک کے جو شیوخ ہیں وہی دوسرے کے بھی ہوں یا ایک کے شیوخ دوسرے کے شیوخ کے معاصر ہوں۔

محدثین نے طبقاتی اسلوب حدیث نبوی کے جائزہ وتحقیق ،اسناد حدیث کی معرفت اور اس کی تنقید اور جانچ پڑتال کے لئے ایجاد کیا ہے۔سند متصل ہے،سند میں ارسال ہے،انقطاع ہے،عضل ہے،یا تدلیس ہے،اس سے بآسانی ان سب امور کا پتہ چل جاتا ہے،طبقاتی اسلوب کی ضرورت قرون اولیٰ میں تھی اس وقت مؤلفین،راویوں کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کے ضبط کا اہتمام نہیں کیا کرتے تھے،تب راویوں کے طبقات کا تعین ان کے شیوخ اور شاگردوں سے کیا جاتا تھا،مگر طبقاتی اسلوب میں ایک بڑا عیب یہ ہے کہ اس فن میں ممارست نہ رکھنے والوں کو تراجم تلاش کرنے میں انتہائی دشواری ہوتی ہے،لہٰذا سہولت کی خاطر اس ترتیب کو بعد میں زیادہ باقاعدہ کر دیا گیا اور طبقاتی کتابوں میں حروف ہجاء کی ترتیب اختیار کی گئی،جو بہت زیادہ مقبول ہوئی۔حافظ ذہبیؒ کی''میزان الاعتدال''،

''تذھیب التھذیب ''اور''تذکرة الحفاظ''، حافظ ابن حجرؒ کی''تعجیل المنفعة ''،''لسان المیزان ''،''تھذیب تھذیب ''اور''تقریب التھذیب ''، حافظ حسینیؒ کی'' التذکرة في رجال العشرة ''اور''الإکمال بمن في مسند أحمد من الرجال ممن لیس في تھذیب الکمال ''وغیرہ طبقاتی کتب، حروف ہجاء ہی کی ترتیب پر لکھی گئی ہیں، بعض حضرات نے حروف ہجاء کی بجائے وفیات کی ترتیب اختیار کی۔ وفیات یا حروف ہجاء کی ترتیب متأخر زمانہ میں اگرچہ مقبول بھی ہوگئی اور اس سے سہولت بھی حاصل ہوگئی مگر طبقہ کے اصل مفہوم سے یہ طبقاتی کتب بہت دور ہوگئیں۔

محدثین میں سے بعض نے طبقہ کے لئے زمانی تحدید مقرر کی ہے، بعض نے اس کی تحدید بیس سال سے کی ہے اور بعض نے چالیس سال سے کی ہے وھلم جرًا ۔اسی طرح بعض محدثین نے طبقہ کو''جِیل ''(جماعت یا ہم عصر لوگ) کے معنی میں استعمال کیا ہے، جیسے امام ابن حبانؒ نے''الثقات ''اور''مشاھیر علماء الأمصار ''میں رواۃ کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے، (۱) صحابہ کرامؓ (۲) تابعین (۳) اتباع تابعین۔ یوں انہوں نے''طبقه''، ''جِیل'' کے معنی میں لیا ہے۔ مگر تازہ تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ متقدمین میں سے اکثر حضرات جیسے ابن سعدؒ، خلیفہ بن خیاطؒ، مسلم بن حجاجؒ وغیرہ نے طبقہ کو نہ''جِیل ''کے معنی میں استعمال کیا ہے اور نہ اسے کسی مخصوص مدت کے طور پر استعمال کیا ہے۔ خلیفہ بن خیاطؒ نے اگر صحابہ کرامؓ کو ایک طبقہ قرار دیا ہے تو ابن سعدؒ نے ان کو پانچ طبقوں میں اور امام حاکمؒ نے بارہ طبقوں میں تقسیم کیا ہے (تدریب الراوي: ۲/ ۲۲۲، ۲۲۱) اسی طرح تابعین کو امام حاکمؒ نے پندرہ طبقوں میں تقسیم کیا ہے، جب کہ ابن سعدؒ نے انہیں چار اور امام مسلمؒ اور حافظ ذہبیؒ نے''تذکرة الحفاظ '' میں تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ (تدریب الراوي: ۲/ ۲۳۶) غرض محدثین کا نہ طبقہ کے کسی ایک مفہوم اور مصداق پر اتفاق ہے اور نہ اس کی کسی مخصوص تقسیم پر، پھر جن حضرات نے طبقہ کو مدت کے معنی میں استعمال کیا ہے تو ان کا بھی کسی مخصوص مدت پر اتفاق نہیں ہوسکا، بلکہ بسا اوقات تو خود ایک ہی مولف نے اپنی کتابوں میں نہ طبقات کی تعداد میں یکسانیت کا لحاظ رکھا ہے، نہ ان کی تقسیم میں اور نہ ہی طبقہ کے لئے کسی مخصوص مدت پر وہ قائم رہ سکا، حافظ ذھبیؒ ہی کو لے لیجئے، انہوں نے طبقات کی ترتیب پر چھ کتابیں لکھیں، ان میں سے تین کتابوں''تذکرة الحفاظ ''،''معرفة القرّاء ''،''سیر أعلام النبلاء ''میں عصر صحابہؓ سے لے کر اپنے زمانہ تک کی شخصیات کا ذکر ہے، مگر اس کے باوجود تینوں کتابوں میں طبقات کی تعداد میں کوئی یکسانیت نہیں ہے، اول کتاب کو انہوں نے بیس، ثانی کو سترہ اور ثالث کو تقریباً چالیس طبقوں میں تقسیم کیا ہے، پھر ہر طبقہ دوسرے طبقہ سے مدت اور زمانہ کے اعتبار سے یکسر مختلف ہے، بلکہ ایک ہی کتاب کے طبقات ایک دوسرے سے زمانے کے اعتبار سے بالکل مختلف ہیں، نیز ہر طبقہ میں مذکور تراجم کی تعداد دوسرے طبقہ میں مذکور تراجم کی تعداد سے بھی مختلف ہے، البتہ حافظ ذھبیؒ نے''تاریخ الإسلام ''میں ہر طبقہ کو''عقد ''یعنی دس سال سے عبارت قرار دیا ہے، اس کتاب میں انہوں نے طبقہ کے لئے مخصوص مدت مقرر کر کے نہ صرف اپنی دیگر کتب میں اختیار کردہ اپنے اسلوب کی مخالفت کی ہے بلکہ تمام متقدمین کی

بھی مخالفت کی ہے۔

بعض مستشرقین مثلاً لاتھ کا خیال ہے کہ طبقاتی ادب صرف احادیث کی تنقیدی ضروریات کے نتیجے کے طور پر پیدا ہوا ہے، مگر اس لفظ کے مفہوم کی تاریخ سے گمان غالب یہ ہوتا ہے کہ طبقاتی ادب صرف احادیث کی تنقیدی ضروریات کے نتیجے کے طور ہی پر پیدا نہیں ہوا، بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ اسے اس قسم کی ادبیات میں ایک خاص مفہوم دے دیا گیا ہے، زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اس کی ابتداء عربوں کے انساب اور سیر میں دلچسپی کی رھین منت ہے، کیونکہ طبقات ابن سعدؒ سے پہلے کا کم ازکم اسی زمانہ کا لکھا ہوا، طبقات نام کی تصانیف کا ایک پورا سلسلہ موجود تھا، جن میں سے زیادہ تر باقی نہیں رہیں، جو قرآن کریم کے قرّاء، فقہاء، شعراء اور مغنیوں کے بارے میں لکھی گئی تھیں ، واصل بن عطاء (التوفی ۱۳۱ھ) کی کتاب ''طبقات أهل العلم و الجهل'' کے علاوہ جو اس ابتدائی زمانہ میں ایک منفرد حیثیت رکھتی تھی، یہ کتابیں بھی موجود تھیں (۱) اسماعیل بن ابی محمد یزیدی (التوفی ۲۰۰ھ) کی ''طبقات الشعراء'' (۲،۳) ہیثم بن عدی (التوفی ۲۰۷ھ) کی ''طبقات الفقهاء و المحدثين'' اور ''طبقات من روى عن النبی ﷺ'' (۴) ابوعبیدہ (التوفی ۲۰۸ھ) کی ''طبقات الفرسان'' (۵) محمد بن خالد (التوفی ۲۲۰ھ) کی ''طبقات الفقهاء'' (۶) خلیفہ بن خیاط (التوفی ۲۳۰ھ یا ۲۴۰ھ) کی ''طبقات القراء'' (۷) محمد بن سلام جمحی (التوفی ۲۳۱ھ) کی ''طبقات الشعراء'' (۸) عبدالملک بن حبیب سلمی (التوفی ۲۳۸ھ) کی ''طبقات الفقهاء والتابعين'' (۹) ابوحسان زیادی (التوفی ۲۴۳ھ) کی ''طبقات الشعراء'' (۱۰) دِعبل بن علی خزاعی (التوفی ۲۴۶ھ) کی ''طبقات الشعراء'' (۱۱) محمد بن حبیب (التوفی ۲۴۷ھ) کی ''أخبار الشعراء وطبقاتهم'' (الفهرست: ص ۲۳۲، ۱۶۱، ۱۱۰، ۱۰۶، ۹۹، ۵۱، وفيات الأعيان: ۱/۱۷۲، ۲/۲۰۴، ۱۷۱) اگر یہاں ہم اہل علم و ہنر کے مختلف گروہوں کی سوانح حیات سے متعلق مزید تصانیف کا ذکر شروع کر دیں تو اپنے موضوع بحث سے بہت دور نکل جائیں گے۔

''الطبقات الکبریٰ'' کی ترتیب

''الطبقات الکبری'' پہلی کتاب ہے جو اس موضوع پر لکھی گئی ہے، امام واقدیؒ کی ''الطبقات'' کے علاوہ اس سے پہلے اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے، اس کتاب میں امام ابن سعدؒ نے اپنے شیخ امام واقدیؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرامؓ، اپنے زمانہ تک کے تابعین، مشاہیر اور اعلام اور پھر سب سے آخر میں خواتین کے تراجم ذکر کئے ہیں، کتاب کی ابتداء انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ سے کی، سیرت نبویہ کتاب کی ابتدائی دو جلدوں کے اکثر حصوں پر مشتمل ہے، سیرت کے بیان میں انہوں نے سب سے پہلے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے انساب کا تذکرہ کیا، بعدازاں حضور اکرم ﷺ کے آباء و جداد اور امہات و جدات کا ذکر کیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ولادت با سعادت، آپ ﷺ کی اولاد اور ان کے ناموں کا تذکرہ کیا، اس کے بعد نزول وحی کا واقعہ، نزول وحی کے وقت آپ ﷺ پر طاری ہونے والی کیفیت، لوگوں کو اسلام

کی دعوت دینے میں آپ ﷺ کو ملنے والی تکالیف، واقعۂ معراج واسراء، بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ، ہجرت، تحویل قبلہ، آپ ﷺ کی خدمت میں آنے والے بہتر (۷۲) وفود، آپ ﷺ کا حلیہ مبارک، اخلاق وعادات حسنہ اور مختلف سنن کا تذکرہ کیا۔ آخر میں آپ ﷺ کے مغازی وسرایا کی تعداد، ان کے ناموں، تاریخوں، آپ ﷺ کو زہر دیے جانے کا واقعہ، مرض الموت کے وقت پیش آنے والے اہم واقعات، وصیت، آپ ﷺ کا وصال پرملال، تجہیز وتکفین، قبر کی ہیئت، میراث وغیرہ کا مفصل تذکرہ کیا۔ سیرت نبویہ کے بیان کے بعد انہوں نے ایک فصل میں ان صحابہ کرامؓ کا تذکرہ کیا جو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ میں فتوی دیتے تھے، پھر صحابہ کرامؓ میں اہل علم وفتویٰ حضرات کا ذکر کیا، بعد ازاں عہد نبوی میں قرآن کریم جمع کرنے والے حضرات نیز حضرت عائشہؓ کا تذکرہ بھی کیا، اس کے بعد انصار ومہاجرین کی اولاد میں سات بڑے فقہائے مدینہ تابعین کا ذکر کیا، یوں یہ ابتدائی دو جلدیں اختتام پذیر ہوگئیں، اس کے بعد آخری جلد کے علاوہ، جو انہوں نے خواتین کے لئے مخصوص کی ہے، باقی تمام جلدوں میں انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو انہوں نے تقدم فی الاسلام کے اعتبار سے پانچ طبقوں میں منقسم کیا ہے۔

(۱) پہلے طبقہ میں وہ مہاجرین انصار صحابہ کرامؓ شامل ہیں، جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

(۲) دوسرے طبقہ میں وہ صحابہ کرامؓ شامل ہیں، جو قدیم الاسلام ہیں اور جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے، البتہ بعد کی جنگوں مثلاً غزوہ احد وغیرہ میں شریک ہوئے نیز وہ حضرات بھی اسی طبقہ میں داخل ہیں، جنہوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔

(۳) تیسرے طبقہ میں وہ حضرات شامل ہیں، جو غزوۂ خندق میں شریک ہوئے اور وہ حضرات بھی جو غزوہ خندق کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(۴) چوتھے طبقہ میں وہ حضرات شامل ہیں، جو فتح مکہ کے موقع پر اور اس کے بعد حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

(۵) پانچویں طبقہ میں وہ حضرات داخل ہیں، جو حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت نو عمر تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔ (بعض محققین نے کہا ہے کہ امام ابن سعدؒ نے ''طبقہ'' کو ''بیس سال'' کی مدت میں لیا ہے)۔

بیان تراجم میں کتاب کا طریقہ کار

تراجم میں وہ جغرافیائی اور علاقائی عنصر کو ملحوظ رکھتے ہیں، صحابہ کرامؓ اور تابعین کے تراجم شہروں کے اعتبار سے بیان کرتے ہیں، کسی شہر میں جتنے صحابہ کرامؓ اور تابعین تشریف لائے ہیں ان سب کا ایک ہی جگہ پر تذکرہ کرتے ہیں، اس سلسلے میں وہ جامع عنوان باندھتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں: ''تسمية من نزل مكة من أصحاب رسول ﷺ''، تسمية من نزل البصرة من أصحاب رسول ﷺ، ومن كان بها بعد هم من التابعين، أهل العلم والفقة ''، ''تسمية من نزل الكوفة من أصحاب رسول ﷺ، ومن كان بها بعد هم من التابعين،

وغیرھم من أھل الفقة والعلم ''وغیرہ، مگراس ترتیب میں ایک عیب ہے اوروہ یہ کہ اس ترتیب میں بسااوقات بعض لوگوں کانام مکرر، سہ کرر آجاتا ہے، مگر امام سعدؒ نے اس کا یہ حل تلاش کیا ہے کہ وہ پہلی بار اس شخص کا مفصل ترجمہ ذکر کردیتے ہیں، بعد میں مختصر ترجمہ ذکر کرتے ہیں۔

تابعین کا تذکرہ انہوں نے علیحدہ ذکر نہیں کیا بلکہ ان کا تذکرہ صحابہ کرامؓ کے تذکروں کے درمیان کیا ہے، اس میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جب کسی شہر سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرامؓ کا تذکرہ کرتے ہیں، تو اسی شہر میں ان حضرات کے بعد جو تابعین پیدا ہوئے، ان کا تذکرہ بھی ان کے ساتھ ہی کردیتے ہیں، انہوں نے تابعین کو بھی مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے، مگر یہ تقسیم انہوں نے شہروں کے اعتبار سے کی ہے، ہر شہر کے تابعین کو مختلف طبقات میں انہوں نے تقسیم کیا ہے، چنانچہ تابعینِ مدینہ کو انہوں نے سات (۷)، تابعینِ مکہ کو پانچ (۵)، تابعینِ یمن کو چار (۴)، تابعینِ کوفہ کو نو (۹)، تابعینِ بصرہ کو آٹھ (۸)، تابعینِ مصر کو چھ (۶) اور تابعین شام کو آٹھ طبقوں میں تقسیم کیا ہے، اسی طرح بعض علاقوں مثلاً یمامہ، واسط، مدائن، بغداد، خراسان، ہمدان، قم، انبار، الجزیرہ، ایلہ، افریقہ، اندلس وغیرہ کے تابعین کو طبقات میں تقسیم کیے بغیر ان کا تذکرہ کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ اور تابعین کے تذکروں کے بعد آخری جلد میں انہوں نے خواتین کا تذکرہ کیا ہے، اس حصہ میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں، ان کی پھوپھیوں، چچازاد بہنوں، ازواج مطہرات اور ان خواتین کا تذکرہ کیا ہے، جنہیں نبی کریم ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا مگر ان سے نکاح نہ ہوسکا اور ان خواتین کا تذکرہ بھی کیا ہے، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو اپنا آپ ہبہ کیا، اس کے بعد انہوں نے مختلف قبائل کی ان صحابیاتؓ کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور بالکل آخر میں انہوں نے ان صحابیاتؓ کا تذکرہ کیا ہے، جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے تو روایت نہیں کی، مگر ازواج مطہرات اور دیگر صحابیاتؓ سے روایات کی ہے۔

''الطبقات الکبری ''میں بعض ایسے افراد کے تراجم بھی موجود ہیں، جن کا انتقال امام ابن سعدؒ کی وفات کے بعد ہوا ہے، مثلاً ابراھیم بن محمد بن عرعرہ بغدادی، حکم بن موسی بزاز بغدادی، عبدالجبار بن عاصم بغدادی، محمد بن عبداللہ بن نمیر ہمدانی کوفی، عبیداللہ بن عمر قواریری بغدادی، اسماعیل بن ابراھیم بن بسام ہروی بغدادی اور یحییٰ بن عثمان ابوزکریا خراسانی بغدادی...... ان سب کا انتقال ۲۳۱ھ تا ۲۳۸ھ کے عرصہ میں ہوا ہے، ظن غالب یہی ہے کہ یہ ''الطبقات'' کے کسی ایک راوی کا تصرف ہے، خود امام ابن سعدؒ کا ترجمہ بھی کتاب میں موجود ہے، جو ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے، بلکہ ان کی وفات کے بعد ''الطبقات'' کے اسی راوی نے کتاب میں داخل کیا ہے، لگتا ہے وہ راوی، جو امام ابن سعدؒ کے شاگرد بھی ہیں، حسین بن فہم ہیں۔

امام ابن سعدؒ نے صحابہ کرامؓ اور کبار تابعین کے تراجم نہایت تفصیل سے ذکر کیے ہیں، جب کہ اپنے معاصرین کے تراجم میں اختصار مگر جامعیت سے کام لیا ہے، تراجم ذکر کرنے میں انہوں نے نہایت باریک بینی کا مظاہرہ کیا ہے، جس سے ان کی کتاب انتہائی معتمد اور بیش قیمت ہوگئی، تراجم میں وہ عام طور پر صاحب ترجمہ کا نام، کنیت، لقب

اور نسبت ذکر کرتے ہیں، صاحب ترجمہ کی والدہ، اس کی بیوی اور اولاد کے نام بھی ذکر کرتے ہیں، سن ولادت اور سن وفات بھی بتاتے ہیں، صاحب ترجمہ سے جن لوگوں نے روایت کی ہے، یا خود صاحب ترجمہ نے جن حضرات سے روایت کی ہے، انہیں بھی ذکر کرتے ہیں، کبھی کبھار صاحب ترجمہ کے متعلق اگر کوئی واقعہ ہو تو وہ بھی ذکر کر دیتے ہیں ، صاحب ترجمہ قلیل الحدیث ہے یا کثیر الحدیث، اسے بھی بیان کرتے ہیں، آخر میں راوی کی توثیق یا تضعیف کرتے ہیں، اس سلسلے میں وہ انتہائی محتاط انداز اپناتے ہیں، مثلاً یوں کہتے ہیں: ''ثقة''، ''حجة''، ''ثبت''، ''مامون''، ''صالح الحديث''، ''له أحاديث صالحة''، ''أحاديث حسان''، ''ضعيف''، ''ليس بحجة''، ''ليس بذاك''، ''ترك حديثه ليس يكتب''، ''منكر الحديث''، ''له أحاديث منكرة''، ''يستضعف''، ''لايحتجّ به''، ''يغلط''، ''ليس يحتجّ بحديثه''، ''لايحتجون بحديثه''، ''يتقون حديثه''، ''يهابون حديثه'' وغیرہ

امام ابن سعدؒ نے ''الطبقات'' میں اپنے شیخ واقدیؒ کی ''الطبقات'' سے خوب استفادہ کیا ہے، سیرت نبویہ اور تراجم کے بیان میں انہوں نے واقدیؒ سے سنی ہوئی روایات ذکر کی ہیں، مگر انہوں نے صرف واقدیؒ کی روایات پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ واقدیؒ کے علاوہ دیگر راویوں سے بھی انہوں نے روایات لی ہیں، البتہ کچھ فصول ایسی ہیں، جن میں انہوں نے واقدیؒ کی کوئی روایت ذکر نہیں کی، اگر چہ ان کی تعداد کم ہے مثلاً ''ذکر کنية رسول الله ﷺ''، ذكر ما كان رسول الله ﷺ يعوذبه ويعوذه به جبريل'' وغیرہ فصلوں میں انہوں نے واقدیؒ کی کوئی روایت نہیں لی، انہوں نے واقدیؒ کی صرف ''الطبقات'' ہی سے استفادہ نہیں کیا، بلکہ ان کی دیگر کئی کتابوں سے بھی انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا، جن میں ''أزواج النبي ﷺ''، ''وفاة النبي ﷺ''، ''أخبار مكة''، ''السيرة''، ''طعم النبی ﷺ''، ''المغازي'' شامل ہیں اور مغازی کے موضوع پر تو انہوں نے واقدیؒ کی ''المغازي'' پوری کی پوری اپنی کتاب میں داخل کی ہے، البتہ مغازی کے موضوع پر انہوں نے صرف واقدیؒ کی ''المغازي'' ہی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس میں بعض مفید معلومات کا اضافہ بھی کیا ہے، یہ معلومات وہ تین راویوں سے روایت کرتے ہیں، یہ روایات ابو معشر، ابن اسحاق اور موسی بن عقبہ کی ''مغازی'' سے جا ملتی ہیں، گویا مغازی کے باب میں ابن سعدؒ نے دیگر روایات کے علاوہ چار مستند کتابوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے، سیرت اور مغازی میں وہ اشعار کی روایت بھی کرتے ہیں، البتہ مغازی میں واقدی کی بنسبت انہوں نے اشعار کی روایت کم کی ہے۔

ابن سعدؒ کے راویوں میں تین افراد ایسے ہیں، جن پر محدثین نے جرح کی ہے۔ (۱) ھشام بن محمد بن سائب کلبی (۲) محمد بن عمر واقدی (۳) ابو معشر، مگر سیرت اور مغازی میں ان تینوں کی روایتیں قابل اعتماد ہیں، لہٰذا اس کو بنیاد بنا کر ابن سعدؒ پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب میں ابن سعدؒ نے بعض مقامات پر تعلیقات کا اہتمام بھی کیا ہے، اگر چہ یہ تعلیقات کم ہیں مگر وقیع اور قابل قدر ہیں، مثلاً ایک روایت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر اپنی والدہ کی قبر کے پاس روئے، اس روایت پر وہ یوں تبصرہ کرتے ہیں: ''وهذا غلط، وليس قبرها بمكة، وقبرها بالأبواء''، اسی طرح

ھشام کلبی کے اس قول پر کہ جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابی سائب بن مظعونؓ ہیں، نہ کہ سائب بن عثمان بن مظعونؓ، وہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''وذلك عند نامنه وَهَل، لأن أصحاب السيرة ومن يعلم المغازي، يثبتون السائب بن عثمان بن مظعون فيمن شهدبدرا وشهد أحد أو الخندق والمشاهد كلها''، ایک اور جگہ انہوں نے ھشام کلبی کے روایت کردہ ایک شعر کی تضعیف کی ہے، اسی طرح بعض لوگوں نے حمید بن عبدالرحمٰن کا سن وفات ۱۵۰ھ ذکر کیا ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''وهذا غلط وخطأ...... وخمس وتسعون أشبه وأقرب إلى الصواب''

کتاب کے ایڈیشن

یہ کتاب تقریباً ناپید ہو چکی تھی، دنیا کے کسی کتب خانے میں اس کا پورا نسخہ موجود نہ تھا، شہنشاہِ جرمن کو اس کی طبع واشاعت کا خیال ہوا، چنانچہ لاکھ روپے جیب خاص سے دیے اور پروفیسر زخاؤ (Sachau von Ed) کو اس کام پر مامور کیا کہ ہر جگہ سے اس کے اجزاء فراہم کر کے لائیں، پروفیسر موصوف نے قسطنطنیہ، مصر اور یورپ جا کر جابجا سے تمام جلدیں بہم پہنچائیں، جلدوں کی تصحیح اور چھپائی وغیرہ میں J.Horovitz، Brockelmann، B.Meissner، E.Mittwoch، F.Schwally اور K.Zettersteen نے ان کی بھرپور معاونت کی، اس وقت ان کے پیش نظر کتاب کے پانچ مخطوطے تھے یہ پوری کتاب اس نام سے شائع ہوا "Ibn Sa`ad Biographien Muhammads,seiner Gefahrten und der spateren Trager des Islams bis zum Jahre 230der Flucht"، یہ نسخہ لیڈن (ہالینڈ) میں چھپ کر شائع ہوا، ۱۹۰۴ء تا ۱۹۱۷ء کے عرصہ میں آٹھ جلدیں شائع ہوئیں، نویں جلد کا، جو اشاریہ پر مشتمل ہے، جزء اول ۱۹۲۱ء میں اور جزء ثانی ۱۹۲۸ء میں طبع ہوا، اسے بیروت میں لیڈن کے ایڈیشن کی روشنی میں تحقیقات اور شروح سے مجرد کر کے چھاپا گیا، بعد ازاں اسے پہلے ایڈیشن کو بنیاد بنا کر مصر میں ''دار التحریر'' نے چھاپا۔

مگر کتاب کے اس لیڈن ایڈیشن میں جابجا سقط کی وجہ سے نقص تھا، خود ان مستشرقین علماء نے بھی ان ''اسقاط'' پر تنبیہ کی، بعد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ڈاکٹر زیاد محمد منصور نے مدینہ منورہ کے تابعین وغیرہ (طبقہ ثالثہ کے چوتھائی سے لیکر طبقہ سادسہ کے نصف تک کا) حصہ چھاپنے کا اہتمام کیا، یہ حصہ انہوں نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ''المكتبة العامة'' میں موجود مخطوطہ کی فوٹو کاپی سے حاصل کیا، جو دو جلدوں پر مشتمل تھا، یہ حصہ چار سو سات (۴۰۷) تراجم پر مشتمل ہے، اس میں مدینہ منورہ کے کبار وصغار تابعین کے تراجم موجود ہیں، یہ حصہ ایک جلد میں ۱۴۰۸ھ کو مدینہ منورہ سے بھی چھپ چکا ہے۔

شیخ محمد بن صامل سلمی کو طبقات صحابہؓ میں سے پانچواں طبقہ مل گیا، جس پر انہوں نے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں تحقیقی کام کیا، شروع میں ایک مقدمہ بھی لکھا، جس میں ابن سعدؒ کی سوانح حیات بھی شامل ہے، مگر یہ پانچواں طبقہ ابھی تک نہیں چھپ سکا۔

اسی طرح جامعہ ام القریٰ کے ڈپارٹمنٹ آف اسلامک رولز اینڈ کلچر کے چیرمین ڈاکٹر عبدالعزیز عبداللہ سلومی کو بقات صحابہؓ میں سے چوتھا طبقہ مل گیا، جس پر انہوں نے تحقیقی کام کیا، یہ حصہ دو جلدوں میں طائف سے 'مکتبۃ الصدیق'' نے چھاپا ہے، یہ حصہ تین سو چونتیس (۳۳۴) تراجم پر مشتمل ہے، جو حضرت ابوسفیان بن حربؓ ےترجمہ سے شروع ہوکر حضرت حمہؓ کے ترجمہ پر ختم ہوتا ہے، یہ اس مخطوطہ کی ساتویں جلد ہے جو گیارہ جلدوں پر تمل مکتبہ احمد الثالث استنبول ترکی میں موجود ہے، مگر اس کی دو جلدیں (دوسری اور دسویں) مفقود ہیں۔ اس طوطہ کی ایک فوٹو کاپی جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں موجود ہے۔

ہمارے پیش نظر اس وقت اس کتاب کے دو نسخے ہیں، ایک نسخہ ڈاکٹر احسان عباس کے مقدمہ کے ساتھ ۱۳۷۷ھ میں بیروت سے'' دار صادر '' نے آٹھ جلدوں میں چھاپا ہے، جب کہ نویں جلد ان کے علاوہ ہے جو طویل فہرست پر مشتمل ہے، ڈاکٹر احسان عباس نے تقریباً تیرہ صفحات پر مشتمل ایک جامع اور دقیع مقدمہ لکھا ہے، مقدمہ میں ابن سعدؒ کا مختصر ترجمہ ذکر کیا گیا ہے اور باقی حصہ کتاب کے مختصر تعارف اور ابن سعدؒ کے اسلوب وغیرہ پر مشتمل ہے، اس نسخہ میں ڈاکٹر زیاد محمد منصور کا وہ حصہ بھی شامل ہے جو تابعینِ مدینہ کے چند طبقات پر مشتمل ہے، البتہ طبقات صحابہؓ میں سے طبقہ رابعہ وخامسہ اس میں شامل نہیں ہے۔ دوسرا نسخہ ریاض عبداللہ عبدالهادی کے مقدمہ کے ساتھ بیروت سے'' دار إحیاء التراث العربی '' نے آٹھ جلدوں (اجزاء) میں چھاپا ہے، مقدمہ میں انہوں نے کتاب کا نہایت اجمالی تعارف اور ابن سعدؒ کا ترجمہ بیان کیا ہے، نیز انہوں نے کتاب کی فہرست بھی تیار کی ہے، اس نسخہ میں ڈاکٹر زیاد محمد منصور کا چھاپا ہوا حصہ بھی موجود ہے اور طبقات صحابہؓ میں سے طبقہ رابعہ بھی موجود ہے، البتہ طبقہ رابعہ کتاب کے بالکل آخر میں خواتین کے تراجم کے بعد رکھا گیا ہے، مگر طبقات صحابہؓ میں سے طبقۂ خامسہ اس نسخے میں بھی موجود نہیں ہے۔

ابن سعدؒ کی'' الطبقات الکبریٰ '' کی خدمت تو بہت ہوئی ہے، مگر اب بھی یہ کتاب کئی لحاظ سے خدمات کی مستحق ہے، مثلاً طبقات صحابہؓ میں سے طبقہ خامسہ کو چھاپنے کی ضرورت ہے، اس کے علاوہ اس کتاب میں ایک بڑا عیب یہ ہے کہ اس میں تراجم کی تلاش میں بہت زیادہ تکلیف اٹھانا پڑتی ہے، خصوصاً اس شخص کو جسے فن رجال سے کوئی خاص مناسبت نہ ہو، اس لئے ایک ایسی جامع فہرست بنانے کی ضرورت ہے، جو حروف تہجی کے اعتبار سے ہو۔ اس کتاب میں چونکہ ابن سعدؒ نے روایات ذکر کی ہیں مگر صحت اور سقم کے اعتبار سے ان کا حکم نہیں بیان فرمایا، اس لئے ان رویات کی تحقیق کی اشد ضرورت ہے خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ ان کے راویوں میں ضعیف راوی بھی موجود ہیں، ابن سعدؒ نے چونکہ ہر روایت سند کے ساتھ ذکر کی ہے اس لئے روایات کی جانچ پڑتال نسبتاً آسان ہوگی۔ اس کے علاوہ احادیث کی تخریج، اسماء کے ضبط، تراجم کے حوالہ جات، بعض مشکل الفاظ وغیرہ کا حل، اماکن کا تعارف، اشعار کی تشریح وغیرہ کے حوالے سے بھی اس پر کام کی اشد ضرورت ہے، ابھی تک ہماری نظر سے کوئی ایسا تحقیقی کام نہیں گذرا، جو مندرجہ بالا تمام ضروریات پوری کرتا ہو، لعلّ اللہ یحدث بعد ذلك أمرا۔ ☆☆